تبصراتی مقالہ

کتاب کا نام: اسلام، انسانی حقوق کا پاسبان	مصنف: سید جلال الدین عمری
ناشر: اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی	اشاعت: جولائی ۲۰۱۱ء
صفحات: ۱۷۶　　قیمت: ۱۵۰ روپے	مبصر: ڈاکٹر پروفیسر محمد اسحاق
برقی پتا: irak.pk@gmail.com	فون نمبر: ۳۶۳۴۹۸۴۰(۰۲۱)

ABSTRACT:

This study is an evaluation of a book written by Syed Jalal ud din 'Umari of India, about human rights in Islam.

"Human rights are commonly understood as inalienable fundamental rights to which a person is inherently intitled,simply because she or he is a human being". (Wikipedia.org./human rights)

جدید ذرائع ابلاغ سے تہذیبوں کی کشمکش کے عنوان سے اسلام کو تشدد، دہشت، وحشت اور بربریت کا مذہب ثابت کرنے کے لیے رسائل ومجلّات وکتب کے انبار لگ گئے ہیں۔اس ماحول میں مسلمان مسلم ممالک میں بھی ذہنی غلامی اور فکری شکست سے دوچار ہو کر کچھ نام نہاد دانشور اسلام کا امریکا و یورپ کے ملحدانہ مفکرین کا پسندیدہ ایڈیشن تیار کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔(۱)

ان حالات میں ضرورت اس بات کی ہے کہ امریکا و یورپ کی الحادی تہذیب کے جارحانہ حملوں کے جواب میں معذرت خواہانہ اور مدافعانہ رویہ اختیار کرنے کے بجائے مدلل طور پر بہترین اسلوب میں اسلام کی تعلیمات کو پہلے مسلمانوں میں عام کیا جائے تا کہ انہیں شرح صدر ہو، نئی نسل کے شکوک وشبہات دور ہوں جو جدید ذرائع ابلاغ، انٹرنیٹ وغیرہ سے اُن کے افکار واذہان میں پیدا کر دیے گئے ہیں۔دوسرے مرحلے پر اسلام کی یہ واضح اور روشن تعلیمات امریکا و یورپ کے مصنفین اور دانشوروں تک بھی پہنچانے کے لیے ان کے انگریزی اور یورپی زبانوں میں تراجم کیے جائیں تا کہ وہاں کے سلیم الفطرت محققین اور عوام تک حقیقت کی روشنی پہنچ سکے۔یہی فریضہ جناب سید جلال الدین عمری نے اس کتاب میں ادا کرنے کی کوشش کی ہے،اس میں جامعیت کے باوجود اختصار ہے۔

اسلام اور الحادی تہذیب کے درمیان یہ کشمکش ۱۸۵۷ء کے بعد سے جاری ہے۔مسلمانوں کی طرف سے پوری جرأت وصداقت کے ساتھ الحادی تہذیب کے اعتراضات والزامات وشکوک وشبہات کا جواب دینے والے ہر دور میں رہے۔جیسے مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ دہلوی، علامہ عنایت اللہ مشرقی، مولانا عبید اللہ سندھی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن،

* تاریخِ موصولہ: ۱۵رفروری۲۰۱۱ء　برقی پتا: profdrishaq@gmail.com

مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا عبدالحمید فراہی، محمد علی جوہر، علامہ محمد اقبال، سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا عبدالعلیم صدیقی نورانی۔ جبکہ مدافعانہ، معذرت خواہانہ، غلامانہ بلکہ اس سے بڑھ کر منافقانہ انداز میں تحریر وتقریر کو اختیار کرنے والے بھی ہر دور میں موجود رہے ہیں جیسے وہابی رہنما مولوی محمد حسین بٹالوی (۲) غلام احمد قادیانی، مولوی چراغ علی (۳) اور سر سید احمد خان (۴،۵)۔

مولانا سید جلال الدین عمری کی یہ کتاب اس پس منظر میں لکھی گئی ہے وہ پیش لفظ میں رقم طراز ہیں:

''موجودہ دور میں یہ سوال بعض تاریخی اسباب کی بنیاد پر پوری فضا میں گشت کر رہا ہے اور ہر طرف اس کی گونج سنائی دے رہی ہے۔ مختلف ملکوں میں ان حقوق کی صورت حال دیکھی جاتی ہے۔ اس کا جائزہ اور نقد واحتساب ہوتا ہے سماج میں اس کا شعور پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ قانون اور عدالت کے ذریعہ ان کی حفاظت کے اقدامات کیے جاتے ہیں۔ اس کے لیے سماجی، معاشی اور سیاسی قوت بھی استعمال میں لائی جاتی ہے۔ ان کوششوں کی اہمیت اور قدر و قیمت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، بعض اوقات ان کے بہتر نتائج بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ یہ سوال بھی بار بار پوری شدت کے ساتھ ابھرتا ہے کہ یہ کوششیں کس حد تک غیر جانبدار اور تعصب اور تحزب سے پاک ہیں۔ عالمی سطح پر حقوق کے نگراں ان کوششوں کو حقوق کی پامالی کا بہانہ تو نہیں بنا رہے ہیں؟ (ص:۹)

دورِ جدید کی الحادی تہذیب کے علمبرداروں نے حقوقِ انسانی کو حقوقِ حیوانی بنا کر رکھ دیا۔ اس سلسلے میں اقوام متحدہ کے حقوق انسانی کمیشن نے لواطت اور ہم جنسیت کی آزادی کو انسانوں کا سب سے اہم حق سمجھ کر سارا زور اس پر لگا دیا ہے۔

حقوقِ انسانی کے سلسلے میں اسلام کا تصور بہت ہی واضح اور اس کا کردار بالکل نمایاں ہے۔ اس نے فرد اور جماعت اور مختلف سطح کے افراد اور طبقات کے حقوق کا تعین کیا اور عملاً یہ حقوق فراہم کیے، جن افراد اور طبقات کے حقوق ضائع ہو رہے تھے ان کی نصرت وحمایت میں کھڑا ہوا۔ اور جو لوگ ان حقوق پر دست درازی کر رہے تھے ان پر سخت تنقید کی اور انہیں دنیا اور آخرت کی وعید سنائی۔ معاشرہ کو ان کے ساتھ بہتر سلوک کی تعلیم وترغیب دی اور ہمدردی وغم گساری کی فضا پیدا کی''۔ (ص:۱۰)

مولانا سید جلال الدین عمری (پ: ۱۹۳۵ء) برصغیر کے ایک جید عالم دین ممتاز مصنف ومؤلف اور محقق کی حیثیت سے معروف ہیں۔ آپ نے انتہائی مدلل مگر آسان زبان میں کئی کتب لکھی ہیں۔ (۱) اسلام کا عائلی نظام (۲) عورت اسلامی معاشرے میں (۳) غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق (۴) خدا اور رسول کا تصور اسلامی تعلیمات میں (۵) دولت میں خدا کا حق (۶) اسلام کی دعوت (۷) اسلام میں خدمت خلق کا تصور، وغیرہ۔

یہ کتاب ہندوستان میں پہلی بار نومبر ۲۰۰۴ء میں اور ادارہ معارف اسلامی کراچی نے اسے ۲۰۱۱ء میں پاکستان میں پہلی بار چھاپا ہے۔ مولانا قرآن وسنت کا گہرا علم رکھتے ہیں۔ جدید علوم وفنون اور افکار ونظریات پر نظر ہے، موضوعات کا

تنوع، اسلوب کی انفرادیت طرز استدلال کی ندرت، زبان کی سلاست کے باوجود شگفتگی اور روانی نمایاں خصوصیات ہیں۔

وہ لکھتے ہیں ''کتاب کا انداز خالص قانونی نہیں ہے بلکہ جس حق کا ذکر کیا گیا ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کی توضیح وتشریح، اور حسبِ موقع معاشرہ پر اس کے اثرات کی نشاندہی کی گئی ہے کہیں کہیں حقوق انسانی کی قانونی حیثیت واضح کرنے کے ساتھ اس سے متعلق اسلام کی اخلاقی تعلیمات بھی بیان ہوئی ہیں۔ اخلاق اور قانون کا رشتہ بہت قوی ہے کسی فرد یا معاشرہ میں اخلاقی حس بیدار ہو جائے تو وہ قانون سے زیادہ کارگر ہوتی ہے۔ (ص:۱۱)

مولانا عمری معروف دینی درس گاہ جامعۃ دارالسلام عمر آباد (تمل ناڈو) کے فارغ التحصیل عالم دین ہیں، مدراس یونیورسٹی سے فاضل فارسی اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے انگریزی میں گریجویٹ ہیں۔ اس وقت جامعۃ الفلاح بلریا گنج، اعظم گڑھ، اتر پردیش بھارت کے صدر مدرس اور سراج العلوم نسواں کالج علی گڑھ کے سر پرست اعلیٰ ہیں۔ سہ ماہی مجلّہ ''تحقیقات اسلامی'' علی گڑھ کے مدیر ہیں۔ آپ کی متعدد کتب کا عربی، انگریزی، ترکی، ہندی، ملیالم، تلگو، مراٹھی، گجراتی، تمل اور بنگلہ زبان میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ انسان کے معاشرتی مسائل مولانا کی خصوصی دلچسپی کا موضوع ہے، اس عاجز کو اس موضوع سے ایک عرصہ سے دلچسپی رہی ہے۔ پیش نظر کتاب اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس میں براہ راست اس موضوع سے متعلق قرآن وحدیث کی تعلیمات تفصیل سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس موضوع پر قدیم علماء وفقہاء کے بے نظیر کام سے بھی ممکنہ حد تک استفادہ کیا گیا ہے''۔ (ص:۱۰)

پیش لفظ اور کتابیات کے علاوہ یہ کتاب آٹھ عناوین پر محیط ہے (۱) بنیادی تصورات (۲) فرد کے شخصی اور ذاتی حقوق (۳) بنیادی ضروریات کی تکمیل کا حق (۴) سماجی ومعاشرتی حقوق (۵) کمزور افراد اور طبقات کے حقوق (۶) معذور کے اخلاقی اور قانونی حقوق (۷) دفاع کا حق (۸) مذہب کی آزادی کا حق۔

پیش لفظ میں وہ لکھتے ہیں ''انسانی حقوق کے سلسلے کی جدید معلومات ڈاکٹر ایس سبرامنیم (Dr.S.Subramaniam) کی کتاب Human Rights-International Challenges سے لی گئی ہیں یہ کتاب دو جلدوں میں شائع ہوئی ہے''۔

کتاب کا انداز خالص قانونی نہیں ہے بلکہ اسلام کی اخلاقی تعلیمات کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ کیونکہ قانون اور اخلاق کا چولی دامن کا رشتہ ہے، اسلام کی مستند تعلیمات کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بعض مباحث میں فقہاء کے اختلافات کے بھی حوالے دیے گئے ہیں تاکہ شریعت کی وسعت اور گنجائش کا پہلو سامنے آئے۔

الحادی اور الہامی فکر:

سید صاحب نے دورِ جدید میں حقوق انسانی کے پیچھے کارفرما کانٹ، ہیگل اور ڈارون کے مادی فلسفوں کا بھی بہت اختصار مگر جامعیت سے احاطہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''جدید دور کے مورخین کے نزدیک حقوق انسانی کے تصور سے دنیا Magna Corta (منشور اعظم) کے ذریعہ روشناس ہوئی۔ یہ شاہ برطانیہ جون (Joln) کے دور میں ۱۰ جون ۱۲۱۰ء کو ہوا۔ اس

منشور کے متعلق یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ اس کے ذریعہ برطانیہ کے عوام کو شخصی اور سیاسی آزادی حاصل ہوگئی۔ یہ درحقیقت بادشاہ سے بعض طبقات کے حقوق پر غور کرنے کی درخواست تھی اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی''۔

یورپ میں معرکہ مذہب و بادشاہت کے سبب دورِ جدید کے مفکرین و محققین مذہب سے اس درجہ بیزار ہوگئے ہیں کہ وہ صدیوں تک یورپ کے معاشرے میں حقوقِ انسانی کی علمبردار انجیل و توریت کا ذکر تک نہیں کرنا چاہتے۔ وہ مذہب کو انسانی زندگی سے بالکل بے دخل کردینا چاہتے ہیں۔ دراصل عیسائیت کے پردے میں یورپ میں پاپائیت نے جو ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے۔ یہ ان کا فطری ردعمل ہے اس سلسلے کی مزید تفصیل کے لیے ڈریپر کی کتاب ''معرکہ مذہب وسائنس'' (ترجمہ از مولانا ظفر علی خان) کو دیکھا جاسکتا ہے۔

یورپ اور امریکا کی الحادی تہذیب کے فکری اور عملی تضاد بلکہ نفاق کی طرف اقبال نے اپنی شاعری میں اشارات کیے ہیں:(۶)

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیوِ استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق
طب مغرب میں مزے میٹھے اثر خواب آوری

سید مودودی نے اس الحادی تہذیب میں انسانی حقوق کی پامالی کے اسباب و محرکات کا مدلل تجزیہ پیش کردیا تھا جس کے انگریزی اور دنیا کی جدید مروجہ علمی اور تحقیقی زبانوں میں تراجم کرواکے بڑے پیمانے پر اشاعت کی ضرورت ہے۔ ''اسلام اور انسانی حقوق'' کے موضوع پر مولانا کی تحریروں کو مرتب کرواکے ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی ہند یا اسلامک ریسرچ اکیڈمی، کراچی شائع کرے۔(۷)

۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ نے جو عالمی منشور حقوق انسانی (The Universal Dleclaration of Human Rights) پیش کیا تھا سید عمری نے اس کا بہت ہی مختصر مگر بہت ہی جامع تجزیہ پیش کیا ہے۔''حقوق انسانی کے اس عالمی منشور میں فرد کی آزادی، عدل وانصاف اور مساوات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق کے ساتھ سیاسی حقوق کا بھی احاطہ کرتا ہے۔اس میں ہر فرد کا یہ حق تسلیم کیا گیا ہے کہ مساوات میں کسی کو اس سے برتر یا اسے کسی سے کم تر نہ سمجھا جائے۔ اسے جان اور مال کا تحفظ حاصل ہو، اس پر کسی قسم کا جبر وتشدد روا نہ رکھا جائے اور اسے عدل و انصاف ملے۔ اس طرح عقیدہ اور مذہب، اظہار خیال، تنظیم اور جماعت سازی، سفر اور نقل مکانی، اپنی مرضی سے شادی

بیاہ اور خاندان بسانے کو اس کا حق مانا گیا ہے۔اس منشور کی یہ خوبی سمجھی جاتی ہے کہ یہ فرد کو اس کے بنیادی حقوق فراہم کرتا ہے اور اس میں حکمراں طبقے کے جور وستم سے شہریوں کو محفوظ رکھنے کی تدبیر کی گئی ہے۔عوام کو طاقت کا سرچشمہ اور حکمرانوں کو اِن کے سامنے جوابدہ قرار دیا گیا ہے......اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس میں بعض بنیادی خامیاں بھی ہیں۔اِن سے صَرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔اِن خامیوں کی وجہ سے اس سے متوقع نتائج برآمد نہیں ہو رہے۔

اس منشور کے پیچھے کوئی قوت نافذہ نہیں ہے۔دوسرے لفظوں میں ایسی کوئی بالاتر قوت نہیں جو کسی قوم کو اس کا پابند بنائے۔اس پہلو سے بعض اوقات اس کی حیثیت محض پند و نصیحت اور اخلاقی تلقین کی ہو کر رہ جاتی ہے، چنانچہ اِن ممالک میں بھی جو اسے ایک مقدس صحیفہ سمجھتے اور اس کے گن گاتے رہتے ہیں حقوق انسانی کی خلاف ورزی کے واقعات بکثرت ہوتے رہتے ہیں۔اِن حقوق کی نگرانی کرنے والے دنیا میں بہت سے ادارے کام کر رہے ہیں اور مفید خدمات انجام دے رہے ہیں، ان میں ایک European Court of Human Rights ہے اس میں یورپ کے ممالک حقوق انسانی کی پامالی کے مقدمات درج کراتے رہتے ہیں ان کی تعداد سیکڑوں نہیں ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے۔

ان مہذب ممالک میں داخلی طور پر حقوق انسانی کی خلاف ورزی جس پیمانہ پر ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ بین الاقوامی سطح پر وہ اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔طاقتور اقوام کو جنہیں ترقی یافتہ سمجھا جاتا ہے، ان حقوق کا پابند بنانا کمزور قوموں کے بس کی بات نہیں ہے۔الجیریا، فلسطین، کوسوو، بوسنیا، عراق (اور اس وقت پاکستان اور افغانستان میں امریکی مداخلت) اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔فلسطین میں جس طرح حقوق انسانی کی پامالی ہو رہی ہے اسے اقوام متحدہ کی جانچ ٹیم کے ذمہ داران نے تسلیم کیا ہے''۔عافیہ صدیقی اور ریمنڈ ڈیوس کے معاملے میں امریکا نے جس ڈھٹائی سے حقوقِ انسانی کو پامال کیا ہے، یہ الحادی تہذیب کی علمبردار اقوام کا ہمیشہ شیوہ رہا ہے۔

مراجع وحواشی

(۱) ایسے ہی رنگ بدلتے موجودہ ذرائع ابلاغ کے دانشوروں کو آپ روزانہ ٹی وی پر دیکھتے اور اخبارات میں پڑھ رہے ہیں ان کے نام لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) دار و گیر اور سرکاری دباؤ سے گھبرا کر وہابی رہنما مولوی محمد حسین بٹالوی نے حکومت سے مصالحت کر لی اور مزید عافیت اس میں دیکھی کہ لفظ وہابی سے جان چھڑالی جائے۔جہاد کے خلاف فتوے دے کر وہ پہلے ہی حکومت کے یہاں اعزاز کے مستحق قرار پا چکے تھے، اب انہوں نے حکومت کو درخواست دی کہ آئندہ حکومت اِن لوگوں کو وہابی نہ کہے بلکہ اہل حدیث کہے اس سلسلہ میں ملک کے مختلف حصوں سے محضر نامے حکومت کی خدمت میں ارسال کیے گئے۔وفاداریوں کا یقین دلایا گیا، سالوں کی سخت جدوجہد کے بعد وہ اپنی مہم میں کامیاب ہوئے، ۱۹ جنوری ۱۸۸۷ء کو انگریزوں کی مرکزی حکومت ہندوستان نے ایک مراسلہ جاری کیا کہ آئندہ اس اس فرقہ کو وہابی نہ کہا جائے بلکہ اہل حدیث کہا جائے۔(ماہنامہ، اشاعۃ السنۃ، مدیر، محمد حسین بٹالوی، اشاعت، فروری ۱۸۸۷ء، بحوالہ محمد سلیم، سید، پروفیسر، تاریخ نظریۂ پاکستان، ص:۱۱۶، اشاعتِ سوم، لاہور، ادارۂ تعلیمی تحقیق، چوبرجی، ۱۹۹۶ء)

(۳) مولوی چراغ علی وزیر حکومت نظام دکن نے ۱۸۸۰ء میں جہاد پر ایک کتاب لکھی جس میں ثابت کیا کہ جہاد صرف دفاعی ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام جنگیں دفاعی تھیں (محمد سلیم، سید، پروفیسر، ص۱۱۲)

(۴) ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ایک استاد مولوی عبدالکریم نے الندوۃ شمارہ جون ۱۹۱۲ء میں ایک مضمون جہاد پر لکھ دیا۔ مولانا شبلی نعمانی نے اس جرم میں مولوی عبدالکریم کو معطل کر دیا اور جنوری ۱۹۱۳ء کو لکھنؤ میں جلسہ عام کر کے برملا اس مضمون سے اپنی برأت کا اعلان کیا (محمد سلیم، سید، پروفیسر، ص:۱۱۵)

(۵) خان، سر سید احمد، ۱۹۰۳ء (اسباب بغاوتِ ہند، آگرہ، مطبع مفیدِ عام) تقسیم ہند سے پہلے اسے سپاہیوں کی بغاوت، غدر یا میوٹنی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ تقسیم کے بعد جب سامراجی گرفت ڈھیلی پڑی تو ہندوستان و پاکستان میں اسے ''جنگ آزادی'' کہا جانے لگا۔ سر سید احمد خان نے انگریزی حکومت کو قرآنی آیت ''واولو الامر منکم'' کا مصداق ٹھہرایا تھا جس پر جوش ملیح آبادی نے طنزاً کہا تھا: دورِ سیّد کے اُولُو الامرو! سنو (محمد سلیم، ص۱۱۲)

(۶) محمد اقبال: علامہ: بانگ درا، طبع ۴۲، ص ۲۶۱، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، دسمبر ۱۹۸۶ء

(۷) مودودی، سید، انسان کے بنیادی حقوق، ص۳۔۲۸، لاہور، اشاعت گیارہویں، اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۸۰ء

اسلامی ریاست میں شہریوں کے حقوق پر مولانا نے تفہیمات ج ۴، ص ۲۰۔۴۲، اسلامی ریاست میں ذمیوں کے حقوق ص ۵۔۴۸، اسلامی ریاست ص: ۵۷۳۔۶۰۰، الجہاد فی الاسلام ص: ۲۸۷ تا ۳۰۱، رسائل و مسائل ج ۱، ص ۳۳۴۔۳۴۰، خلافت و ملوکیت ص ۴۴۔۴۹، قادیانی مسئلہ ص: ۲۰۶۔۲۱۰، تحریک آزادی ہند اور مسلمان، ص ۲۸۹۔۳۰۹ اور رسالہ دینیات ص: ۱۵۵۔۱۷۵۔

سید مودودی نے انسانی حقوق پر بلا مبالغہ سیکڑوں صفحات لکھے اور اس کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ (بحوالہ، عباسی، محمد انور، اشاریہ افکارِ مودودی، ص۸۲، اسلام آباد، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، دسمبر ۱۹۸۶ء)